(قسط۲) مولانا مفتی مختار اللہ حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

شوال کے ٦ روزوں کے بارہ میں لاعلمی یا تجاھل عارفانہ

علامہ برھان الائمۃ عبدالعزیزؒ کی ترجیح: والا صح انه لاباس به (تحرير الاقوال)
زیادہ صحیح یہ ہے کہ (شوال کے لیے روزے) مستحب ہیں۔

علامہ ابوبکر کاسانیؒ کی ترجیح: فاما اذا افطر يوم العيد ثم صام بعده سته ايام فليس بمكروه بل هومستحب و سنة (بدائع الضائع ۲/۲۱۵)
جب روزہ دار نے عید کے دن افطار کیا اور اُسکے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ مکروہ نہیں بلکہ مستحب اور سنت ہیں۔

عِلامہ قاسم بن قطلو بغاؒ کی ترجیح: هذا رجل قد عمله الى تعطيل مافيه الثواب الجليل بد عوى بلا دليل و اعتمد الضعيف و المؤول وترک ما عليه المعول و صحيح مالم يسبق الى تصحيحه ولا عول احد عليه (تحرير الاقوال فى صيام ستة من شوال ۳۴)
یہ آدمی پختہ ارادہ کر چکا ہے کہ اُس عمل کو ختم کرے گا جس میں بہت بڑا ثواب ہے اور یہ بات انہوں نے بغیر دلیل کے جھوٹے دعویٰ کی صورت میں لکھی ہے۔ کمزور اور تاویل شدہ دلیل کا سہارا لیا ہے اور ہر اُس دلیل کو چھوڑا ہے جس پر بھروسہ (اعتماد) کیا جاتا ہے اور اُس قول کی تصحیح کی ہے جس کی تصحیح کی طرف آج تک نہ کسی نے سبقت کی اور نہ کسی نے اُس پر اعتماد کیا ہے۔

تو اتنے بڑے بڑے علماء احناف کی ترجیح کے باوجود شوال کے چھ روزوں کو مکروہ، بدعت اور مشتبہ قرار دینا کہاں کی حنفیت ہے اور یہ حنفیت کے ساتھ کونسا انصاف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ سے ستہ شوال کا اثبات: امام ابو حنیفہؒ کے حوالہ سے علامہ ابن عابد بن نے لکھا ہے کہ اذا صحيح الحديث فهو مذهبى (رد المختار) اور جب حدیث صحیح کہیں موجود ہو تو وہی میرا مذہب ہے اور صیام ستہ شوال کے بارے میں صحیح روایات موجود ہیں جسمیں مشہور و معروف حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت ہے۔

حدیث ابوایوب انصاریؓ پر ضعف کا اعتراض: جبکہ موصوف مغل صاحب اور اُسکے شیخ کی کوشش ہے کہ وہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت جسکو امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں ذکر کیا ہے، کو ضعیف قرار دے جسکے لیے انہوں نے اس

حدیث کے روای سعد بن سعیدؒ کے بارے میں بعض ارباب علم سے تضعیفی اقوال نقل کیے ہیں۔
چنانچہ مغل صاحب لکھتا ہے اس حدیث کا ایک مشہور راوی سعد بن سعید ہے اور اسے اکابرین محققین نے ضعیف کہا ہے۔
حضرت الشیخ حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے احسن المقال میں اس پر مکمل کلام فرمایا ہے۔ (الاحسن ۲۹ر شوال ۱۴۳۲)

الجواب: جبکہ ہم نے صفوۃ الاقوال کے صفحہ 56 تا 58 پر 13 علماء جرح وتعدیل سے سعد بن سعید کی توثیق نقل کی ہے اور ساتھ صفحہ 63، 64 پر سعد بن سعید کی جگہ پر صفوان بن سلیم اور یحییٰ بن سعید کے روایات ذکر کیے ہیں اور یہ دونوں حضرات محدثین کے ہاں ثقہ ہیں لہٰذا سعد بن سعید کی ضرورت باقی نہ رہی اور ساتھ صفحہ 66 سے 73 تک 16 محدثین کے اقوال ذکر کیے ہیں جنہوں نے حدیث ابوایوب انصاریؓ کو صحیح اور قابل احتجاج کہا ہے مثلاً امام ابوعیسیٰ الترمذیؒ حدیث ابوایوب انصاریؓ کے بارے میں فرماتے ہیں حدیث ابی ایوب حسن صحیح وقد استحب قوم صیام ستہ ایام من شوال بھذا الحدیث (جامع الترمذی علی صدر العرف الشذی ۱۸۱/۲)

حضرت ابوایوب انصاریؓ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بیشک ایک قوم نے شوال کے چھ روزوں کو مستحب کہا ہے۔
اور علامہ نوویؒ اور علامہ بشیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔ ودلیل الشافعی و موافقیہ ھذا الحدیث الصحیح الصریح واذا ثبتت السنۃ لا تترک لترک بعض او اکثرھم او کلھم لھا (شرح المسلم للنووی ۳۶۹/۱ وفتح الملھم شرح مسلم ۲۵۸/۶)

حضرت امام شافعیؒ اور اس ہم خیالوں کی دلیل صحیح اور صریح روایت ہے اور جب سنت ثابت ہو جائے تو پھر بعض یا اکثر یا تمام لوگوں کے ترک کرنے سے یہ سنت نہیں چھوڑی جائے گی۔

اور امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں ھو حسن (حاشیہ التجنیس والمزید ۴۱۳/۲ ادارۃ القران کراچی) یہ حدیث حسن ہے۔

اسکے علاوہ امام مسلمؒ کا اس روایت کو صحیح مسلم میں ذکر کرنا اُسکی تصحیح کے لیے کافی ہے اس لیے کہ امام مسلمؒ نے التزام کیا ہے کہ وہ صحیح مسلم میں ہر اُس حدیث کو ذکر کرے گا جو اُسکے ہاں صحیح ہے تو یہ روایت آپؒ کے ہاں صحیح ہے اس لیے آپؒ نے اس کو صحیح مسلم میں ذکر کیا ہے۔

مجتہد کی توثیق التزامی: اور ساتھ یہ بھی ذہن نشین کر لینا بہت ضروری ہے کہ جب کوئی مجتہد کسی حدیث کو اپنا مستد بنائے تو وہ روایت اُسکے ہاں صحیح ہوتی ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ لکھتے ہیں۔

أن المجتھد اذا استدل بحدیث کان تصحیحاً لہ (رد المختار ۵۵۳/۴ کتاب البیوع)
بے شک جب مجتہد کسی حدیث سے استدلال پکڑے تو یہ اُس روایت کی تصحیح ہے۔
تو کیا مغل صاحب اور اُسکے شیخ کے نظر میں امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابو یوسفؒ اور دوسرے فقہاء کرام

سواء امام مالک اور امام ابوحنیفہؒ کے مجتہدین نہیں؟ اگر ہیں اور واقعی ہیں تو انہوں نے اسی حدیث مبارک کو مستدل بنا کر شوال کے چھ روزوں کو مستحب قرار دیا ہے، تو جب مذکورہ بالا ائمہ مجتہدین نے حدیث ستہ شوال سے استدلال کیا تو یہ روایت انکے ہاں صحیح ہوا اور جب مجتہدین کسی روایت کو صحیح قرار دے تو مقلد کے کیا اوقات ہیں کہ وہ محض ایک راوی پر معمولی حرج کی وجہ سے روایت کو ضعیف کہے اور خصوصا جب اُس روای کے توثیق کرنے والے ائمہ جرم وتعدیل بھی موجود ہوں اور اُس کے موئدات اور شواہد بھی موجود ہوں۔ (تفصیل کے صفوۃ الاقوال کا صفحہ ۹۱ تا ۱۰۰ ملاحظہ ہو)

صحت حدیث کا مدار صرف سند نہیں: اور شاید مضمون نگار کے علم میں نہ ہو کہ حدیث کی صحت کا مدار صرف سند نہیں ہے بلکہ کسی حدیث کو اُسوقت تک نا قابل استدلال نہیں کہا جاسکتا جب دوسرے وجوہات ترجیح وتصحیح موجود نہ ہوں اور ان وجوہات کی تصحیح میں امت کا کسی روایت کو تلقی بالقبول بھی ہے، چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔ وقد یحکم للحدیث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم یکن اسناده صحیح (اعلاء السنن ۲۰/۱۹)

اور کبھی حدیث پر صحت کا حکم اُسوقت بھی لگایا جاتا ہے جب لوگ اُسکو قبول کرلیں اگر چہ اُسکی سند صحیح نہ ہو۔

اسلئے امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النوویؒ فرماتے ہیں۔

اذا رایت حدثنا باسناد ضعیف فلک ان تقول هو ضعیف بهذا الاسناد ولا تقل ضعیف المتن لمجرد ضعف ذلک الاسناد (التقریب للنووی علی تدریب الراوی ۲۵۰/۱)

جب آپ دیکھے کہ ہم نے کسی حدیث کو ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے تو تمہیں یہ کہنا ہوگا کہ یہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے یہ نہیں کہوگے کہ اس ضعیف سند کی وجہ سے یہ روایت متن کے اعتبار سے بھی ضعیف ہے تو جب کسی روایت کو محض سند کے ضعیف ہونے کی وجہ سے متنا ضعیف نہیں کہا جائیگا اور باوجود سندا کے ضعیف ہونے کے جب روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو وہ روایت قابل استدلال بن جاتا ہے تو حدیث ابوایوب انصاریؓ کو سعد بن سعید پر معمولی جرح کی وجہ سے نا قابل استدلال ہونے کا حکم مضمون نگار نے کیسے لگایا حالانکہ حدیث ستہ شوال کا تلقی بالقبول اظہر من الشمس ہے۔

ضعیف واجب الترک نہیں: اور اگر بالفرض مضمون نگار کی بات کو دو منٹ کے لیے تسلیم بھی کرلیا جائے کہ سعد بن سعیدؒ کی بارے میں بعض ائمہ کی طرف سے معمولی حرج کی وجہ سے پوری روایت ضعیف ہوئی تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوگا کہ یہ روایت من کل الوجوہ متروک اور کسی کام کا نہیں رہا، بلکہ علماء احناف کثر اللہ سودھم کے ہاں بھی معمولی ضعیف روایت فضیلت اور استحباب میں حجت ہے، چنانچہ علامہ ابن ھمامؒ فرماتے ہیں۔

اذا یثبت بالضعیف بغیر وضع الفضائل وهو الندب (التقریر و التحریر ۱۳/۲ ۳) کوغیر موضوع ضعیف روایت سے فضائل اور استحباب ثابت ہوتا ہے اور یہی بات علامہ نوویؒ نے الاذکار صفحہ ۲۸ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تدریب الراوی ۱. ۲۵۲، علامہ ملا علی قاریؒ نے الموضوعات الکبری ۲۰۹ اور دوسرے ارباب علم نے اپنی اپنی تصانیف میں

لکھی ہے اور فقہ حنفی میں اس کی بہت مثالیں موجود ہیں اور اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ ضعیف حدیث کو قیاس اور رائے پر مقدم سمجھتے ہیں تفصیل کے لیے صفوۃ الاقوال صفحہ ۸۴ تا ۸۶ ملاحظہ فرمائیں۔

تو جب فقہ حنفی کے اصول حضرت سعد بن سعیدؓ کی روایت کو قابل استدلال سمجھتی ہے اور شوال کے چھ روزے کا حکم صرف استحباب کی حد تک محدود ہے کوئی بھی ان روزوں کو واجب یا فرض نہیں سمجھتا تو ایک مقلد کے لیے یہ زیب نہیں دیتا کہ امکان بالعمل کے باوجود کسی روایت کو متروک بنانے کی ناکام کوشش کرے۔

لیکن بعض حضرات اپنی عادت سے مجبور ہوتے ہیں کہ جو حدیث مبارک اُسکی رائے کے خلاف نظر آیا تو اُس حدیث کی بے بنیاد تاویل کر کے روایت کو متروک العمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور باوجود ثابت شدہ صحیح حدیث کے ایسا دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک عام آدمی اُس مسئلہ کے قائلین کو لاعلم سمجھ بیٹھتے ہیں۔

رکعتیں بعد الوتر کا مسئلہ: اسکی ایک مثال رکعتیں بعد الوتر کے مسئلہ کے بارے میں مضمون نگار اپنے شیخ صاحب کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے فقہ حنفی کی کسی بھی کتاب میں وتروں کے بعد نوافل منقول نہیں ہیں اور یہ میرا چیلنج ہے ابھی تک کسی نے اتنی ہمت نہیں کی اور نہ کر سکے گا میرے بعد اگر کرے تو کرے کہ رکعتیں بعد الوتر کو ثابت کر دے (احسن البرھان حصہ اول ۷۱) اور چند صفحات آگے لکھتا ہے رکعتیں بعد الوتر کا مسئلہ وہ مسئلہ ہے جو علماء کے ہاتھوں مسکین ہوا ہے یہ لوگ عوام کے تھپیڑوں کی تاب نہیں لاسکتے اس لیے اسے بیان ہی نہیں کرتے (احسن البرہان ۷۶)

رکعتیں بعد الوتر کے دلائل: حالانکہ رکعتیں بعد الوتر کا مسئلہ صحیح اور معمول بھا روایات سے ثابت ہے: اُ

(۱) **عن ثوبان عن النبی ﷺ قال فاذا اوتر احد کم فلیر کع رکعتیں فان قام من اللیل والا کانتا له (سنن دارمی ۱/ ۴۵۲ باب فی الرکعتین بعد الوتر)**

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم سے کوئی وتر پڑھ لے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے اگر وہ رات کو (تہجد کے لیے) اٹھا (تو ٹھیک) ورنہ یہ دونوں رکعت اُسکے لیے کافی ہے۔

(۲) **عن ام سلمة ان النبی ﷺ کان یصلی رکعتین حفیفتین بعد الوتر زاد المحاملی وهو جالس (سنن دار قطنی ۲ /۳۷ فی الرکعتیں بعد الوتر)**

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ وتر کے بعد دو رکعت نماز مختصراً پڑھتے تھے محاملی نے مزید کہا ہے کہ اُسمیں آپ ﷺ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔

قال الحافظ زین العراقی فی شرح الترمذی اما حدیث ام سلمة فصححه الدار قطنی فی سننه (حاشیه دار قطنی ۲ /۳۷)

حافظ زین عراقی نے شرح ترمذی میں کہا ہے کہ حدیث ام سلمہؓ کی تصحیح دار قطنی نے اپنی سنن میں کی ہے۔

(۳) عن ابی سلمة قال سالت عائشةؓ عن صلوة رسول الله ﷺ فقالت کان یصلی ثلاث عشر رکعة یصلی ثمانی رکعة ثم یوتر ثم یصلی رکعتین وهو جالس فاذا اراد ان یرکع قام فرکع ثم یصلی رکعتین بین النداء والاقامة من صلوة الصبح (صحیح مسلم ۲۵۴/۱، تحریرات الحدیث علی اصول التحقیق ۱۵۷)

حضرت ابوسلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ تیرا (۱۳) رکعت نماز پڑھتے تھے جن میں آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے پھر دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے اور جب فجر کی نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت فجر کی دو سنتیں پڑھتے تھے۔

(۴) عن أنس بن مالکؓ ان النبی ﷺ کان یصلی بعد الوتر الرکعتین وهو جالس (السنن الکبریٰ ۳۳/۳)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

(۵) عن سعد بن هشام عن عائشه انه سمعها تقول ان رسول الله ﷺ کان یوتر بتسع رکعات ثم یصلی رکعتین وهو جالس فلما ضعف اوتر بسبع رکعات ثم صلی رکعتین وهو جالس (تحریرات الحدیث علی اصول التحقیق ۱۵۵)

حضرت سعد بن ھشامؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے سنا ہے کہ وہ فرما رہی تھی کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نو رکعت وتر پڑھتے تھے، دو رکعت نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے اور جب آپ ﷺ کمزور ہوئے تو پھر سات رکعت وتر پڑھتے تھے اور دو رکعت نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

<u>تحریرات الحدیث کا تعارف:</u> ام المومنین حضرت عائشہؓ کی یہ دونوں روایات علامہ حسین علیؒ نے تحریرات الحدیث علی اصول التحقیق میں مختلف اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے جن میں رکعتیں بعد الوتر کا واضح ذکر موجود ہے اور اس کتاب پر مضمون نگار کے شیخ .... نا مفتی محمد زرولی خان صاحب کا مقدمہ بھی تحریر ہے اور حضرت مفتی صاحب ہی نے مدرسہ احسن العلوم سے اس کتاب کو شائع کیا ہے اور یقیناً آپ مدظلہ نے رکعتیں بعد الوتر والی روایت اس میں دیکھی ہوگی مگر اس کے باوجود آپ مدظلہ رکعتیں بعد الوتر سے سختی سے منع کرتے ہیں اور مذکورہ بالا اتنا بڑا دعویٰ کر چکے ہیں۔

(۶) وعن ابی امامة ان رسول الله ﷺ کان یصلی رکعتین بعد الوتر وهو جالس یقرا فیهما باذا زلزلت وقل یایها الکافرون (اخرجه احمد ۲۶۰/۵ باسناد رجاله ثقات بحواله زاد المعاد مع حاشیه ۱۳۰/۲)

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے اور اُسمیں اذا زلزلت اور قل یایها الکافرون پڑھتے تھے۔

مذکورہ بالا ان چھ روایات میں رکعتیں بعد الوتر کا اثبات واضح طور پر موجود ہے اس لیے ہمارے اکابرین نے

رکعتین بعد الوتر کے اثبات کا فتویٰ دیا ہے چند فتاویٰ قارئین ملاحظہ فرمائیں۔

رکعتین بعد الوتر کے بارے میں فتاویٰ: الف۔ چنانچہ علامہ ابراہیم حلبیؒ شرح منیہ المصلی میں لکھتے ہیں:

وقد ثبت انه عليه الصلوٰة والسلام شفع بعد الوتر (حلبی کبیر ۵۲۴)

اور بیشک آنحضرت ﷺ سے وتر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا ثابت ہے۔

(ب) علامہ حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: **وقد ثبت عنه انه كان يصلى بعد الوتر ركعتين جالسا تارة وتارة يقرأ فيهما جالسا فاذا اراد ان يركع قام فركع (زاد المعاد ۱۳۰)**

تحقیق آنحضرت ﷺ سے وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے اور آنحضرت ﷺ بیٹھ کر قرأت کرتے تھے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو کر رکوع فرماتے تھے۔

(ج) حضرت مولانا مفتی رضاالحق صاحب سابق مفتی علامہ بنوری ٹاؤن کراچی وحالاً دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ کا فتویٰ:

الجواب: وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا احادیث سے ثابت ہے نیز اکابرین کے مختلف فتاویٰ میں بھی مذکورہ ہے البتہ کتب فقہیہ میں اسکا تذکرہ نہیں ملتا لیکن علامہ شامیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا یہ فرمان نقل کیا ہے **اذا صح الحديث فهو مذهبي** لہٰذا اسی بناء پر وتر کے بعد دو رکعت پڑھنا سے دائرہ مذہب سے خارج نہیں ہوگا چونکہ عین مذہب پر عمل ہوگا چونکہ صحیح احادیث موجود ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم زکریا ۲/ ۳۸۴)

(ح) محقق زمانہ علامہ عبدالحی الکھنویؒ فرماتے ہیں:

الجواب: آنحضرت ﷺ سے نماز تہجد کبھی کبھی بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے اور دو رکعت نفل بعد وتر کے بیٹھ کے پڑھنا ثابت (مجموعۃ الفتاویٰ عبدالحی ۱/ ۳۸۹)

(د) مفتی دارالعلوم دیوبند مولانا مفتی محمود حسن فرماتے ہیں

الجواب حامداً و مصلیاً: وتر کے بعد دو سے زائد نفل پڑھنا جائز ہے (فتاویٰ محمودیہ ۷/ ۲۲۴)

(ذ) مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ لکھتے ہیں:

سوال: وتروں کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہو کر اور آپ ﷺ سے کس طرح ثابت ہیں، جواب دونوں طرح درست ہے مگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں دو چند ثواب ہے بہ نسبت بیٹھ کر پڑھنے کے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۴/ ۱۷۴)

(ر) دارالعلوم دیوبند ثانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ کا فتویٰ:

الجواب: وتر کے بعد دو رکعت نفل کے بارے میں قولی اور فعلی دونوں قسم کی روایات وارد ہیں الخ (فتاویٰ حقانیہ ۳/ ۲۵۳)

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ کا فتویٰ: الجواب: آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے **فاذا اوتر احدكم فليركع ركعتين رواه الدارمي عن ثوبان** و نیز ارشاد فرمایا ہے **من صلى قاعدا فله نصف اجر القائم رواه**

البخاری عن عمران بن حصین جو اپنے عموم کی وجہ سے نوافل بعد الوتر کو بھی شامل ہے اور ابن ماجہؒ اور امام احمدؒ نے کان یصلیھا وھو جالس جو روایت کی ہے ہمارے نزدیک یہ جلوس تعبدانہ تھا بلکہ بوجہ تکان وغیرہ کے تھا اور کان ہمیشہ استمرار کیلئے نہیں ہوتا جو دوام ثابت ہوا ہو۔ (امداد الحکام ۱/ ۷۰۸)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا فتویٰ:

الجواب: ان حدیث سے با تخصیص ان نوافل بعد الوتر میں قیام رسول ﷺ کا ثابت ہوا (امداد الفتاوی ۱/ ۳۰۵)

مفتی الہند حضرت مولانا کفایت اللہ کا فتویٰ: الجواب: وتر کے بعد کی نفلیں کھڑے ہو کر پڑھنی بہتر ہے تاکہ پورا ثواب ملے بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ملے گا (کفایت المفتی ۳/ ۳۱۵)

(ز) مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری کا فتویٰ:

الجواب: وتر کے بعد کی دو رکعت نفل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ البتہ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ اگر کوئی متبع سنت وتر کے بعد کی دو رکعت گاہے گاہے اس نیت سے بیٹھ کر پڑھے کہ آنحضرت ﷺ بیٹھ کر ادا فرمائے تھے میں بھی اتباعاً بیٹھ کر پڑھوں تو عجب نہیں کہ اُسکو اسکی نیت کے مطابق پورا اجر و ثواب ملے (فتاوی رحیمیہ ۵/ ۲۲۴)

(س) مصنف تفسیر مظہری حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: وبعد وتر دو رکعت نشستہ خواندن مستحب است (مالابد منہ ۶) کہ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے۔

تو کیا یہ احناف نہیں ہیں جنہوں نے رکعتین بعد الوتر ثابت ہونے کا فتویٰ دیا ہے کیا ان حضرات کے فتاوی کو حنفی مسائل اور فتوی میں شمار نہیں کیا جائے گا اور مذکورہ بالا جن روایات میں رکعتین بعد الوتر کا ذکر ہے کیا ان روایات کو یک لخت متروک العمل کیا جائے گا اور یقیناً ایسا نہ ہوگا تو پھر اتنے بڑے دعویٰ کی کیا ضرورت ہے جس سے عوام الناس میں قائلین رکعتیں بعد الوتر کے خلاف شکوک وشبہات پیدا ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس قسم کے اقدامات سے محفوظ رکھیں

حدیث ستہ شوال پر اضطراب کا اعتراض: موصوف مغل صاحب تو حدیث ستہ شوال کی مخالفت میں اتنے آگے بڑھے ہیں کہ اس روایت پر اضطراب کا بھی اعتراض کیا چنانچہ لکھتا ہے، محدثین اور فقہاء کے نزدیک ایسی حدیث بھی متروک ومنکر سمجھی جاتی ہے جس کے متن میں اختلاف ہو۔ ستہ شوال کی حدیث سنداً کمزور تھی ہی لیکن متناً بھی اس میں حد درجہ کمزوری اور اضطراب پایا جاتا ہے مولوی صاحب موصوف نے اس مسئلہ پر اس لیے کلام نہیں فرمایا کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ جب مسئلہ مکمل طور پر انکے خلاف ہے۔ جناب مولوی صاحب نے اپنے رسالہ صفوۃ الاقوال میں صفحہ ۷۳ سے صفحہ ۹۷ تک اس حدیث کے توابع بیان کیے ہیں یعنی اسی موضوع کی دوسری احادیث نقل کی ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف کی نقل کردہ دس حدیثوں میں سے کسی بھی دو حدیثوں کے الفاظ آپس میں نہیں ملتے اسی کو تو اضطراب فی المتن کہتے ہیں ہم اس مسئلہ پر مکمل کلام کرتے ہیں تاکہ اہل علم اور عوام کو اس مسئلہ میں وضاحت ہو

جائے جس کو مولوی صاحب موصوف نے ذکر کرنا پسند نہیں فرمایا۔

(۱) من صام رمضان ثم اتبعه بست من شوال کا نما صام الدهر صفحہ ۵۳

(۲) من صام رمضان ثم اتبعه ستة من شوال فذالک صام الدهر صفحہ ۷۳

(۳) من صام رمضان واتبعه بست من شوال فکا نما صام الدهر صفحہ ۹۱

(۴) من صام رمضان وستا من شوال فکا نما صام السنة کلها صفحہ ۹۳

(۵) صیام شهر بعشرة الشهر وستة ایام بعده شهرین فذالک تمام السنة یعنی رمضان وستة ایام بعده صفحہ ۹۴

(۶) من صام رمضان و بعده واتبعه ستا من شوال خرج من ذنوبه لیوم ولدته امه صفحہ ۹۷

(۷) من صام رمضان فاتبعه ستا من شوال صام السنة کلها صفحہ ۹۷

(۸) من صام رمضان واتبعه بستة من شوال کتب له صیام سنة صفحہ ۹۹

اہل علم حضرات اور قارئین کرام احادیث بغور مطالعہ کرنے کے بعد دیکھ لیں کہ انکے متن یعنی الفاظ میں کس قدر اضطراب ہے۔

کہیں ان روزوں کا ثواب صوم الدھر کے برابر ہے اور کہیں پورے سال کے روزوں کے برابر ثواب ہے کہیں یہ روزے رکھنے والا گناہوں سے ایسا معاف ہو جاتا ہے جیسے کہ ماں نے اسے اس وقت جنا ہو، کہیں یہ روزے کے بجائے کہا گیا کہ اس کے لئے پورے سال کے روزے لکھے جائیں گے۔ اصول حدیث کا مشہور قاعدہ ہے کہ اسی حدیث جسکی سند کے علاوہ متن میں بھی اضطراب ہو ضعف سمجھی جاتی ہے (ملاحظہ ہو الاحسن ۵۲،۵۳ شوال ۱۴۳۲ھ)

الجواب: مگر سمجھ میں یہ ثابت نہیں آتی ہے کہ موصوف نے اصول حدیث کی کتابیں نہیں پڑھی یا تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے اہل علم کی آنکھوں میں دھول جھونک کر حدیث ستہ شوال کو زبردستی ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں حالانکہ علماء اصول حدیث نے اضطراب کی جو تعریف کی ہے اور حدیث کو مضطرب ہونے کی جو شرائط بیان کیے ہیں وہ حدیث ستہ شوال پر بالکل صادق نہیں آتی اس لیے اولا علماء اصول حدیث کی اضطراب کی تعریف اور شرائط ملاحظہ ہوں

اصطلاحاً ماروی علی اوجه مختلفة متساویة فی القوة ای هو الحدیث الذی یروی علی اشکال متعارضة متدافعة بحیث لا یمکن التوفیق بینها ابداً وتکون جمیع تلک الروایات متساویة فی القوة من جمیع الوجوه بحیث لا یمکن ترجیح احد هما علی الاخر لوجه من وجوه الترجیح (تیسر مطلح الحدیث ۱۱۱)

اور اصطلاح میں حدیث مضطرب وہ ہے جو مختلف وجوہات سے وہ روایت مروی ہو اور وہ سب روایات قوت مین برابر ہوں یعنی وہ حدیث جو مختلف متعارض شکلوں میں اس طرح مروی ہوں کہ ان دونوں کے مابین کبھی بھی (کسی بھی صورت) میں توفیق (تطبیق) ممکن نہ ہوں اور وہ دونوں روایات قوت میں اس طرح برابر ہوں کہ ان مین سے کسی ایک کو دوسرے پر کسی بھی صورت میں ترجیح ممکن نہ ہوں۔ (جاری ہے)